

آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے موجود ہیں وہ حضرت ابی بن کعبؓ کی قراءت کے مطابق ہیں

میرے بھائی! مسلمانوں کو میرا سلام پہنچا دینا اور میری قوم اور میرے رشتہ داروں سے کہنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس خدا تعالیٰ کی ایک بہترین امانت ہیں اور ہم اپنی جانوں سے اس امانت کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ اب ہم جاتے ہیں اور اس امانت کی حفاظت تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس کی حفاظت میں کمزوری دکھاؤ۔

آنحضرت ﷺ کے بدری صحابہ، جنگ بدر میں شہادت کا رتبہ پانے والے حضرت معوذ بن حارث اور کاتب وحی، مسلمانوں کے سردار اور اُمت کے سب سے بڑے قاری حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز فرمودہ 16/ اکتوبر 2020ء بمطابق 16/ اہاء 1399 ہجری شمسی

بمقام مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے)، یو کے

أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ۔

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ - بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿١﴾

الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿٢﴾ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ ﴿٣﴾ مَلِكِ يَوْمِ الدِّينِ ﴿٤﴾ إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ ﴿٥﴾

إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ﴿٦﴾ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۗ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ﴿٧﴾

آج جن صحابی کا میں پہلے ذکر کروں گا ان کا نام ہے حضرت معوذ بن حارثؓ۔ حضرت معوذ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج سے تھا۔ حضرت معوذ کے والد کا نام حارث بن رفاعہ تھا۔ ان کی والدہ کا نام عفراء بنت عبید تھا۔ حضرت معاذ اور حضرت عوفؓ ان کے بھائی تھے۔ یہ تینوں اپنے والد کے ساتھ ساتھ اپنی والدہ کی طرف بھی منسوب تھے اور ان تینوں کو بنو عفراء بھی کہا جاتا تھا۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جزء ۵ صفحہ ۲۳۱ ”مُعَوَّذُ بْنُ عَفْرَاءَ“ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جزء ۳ صفحہ ۳۷۴ ”مُعَوَّذُ بْنُ عَفْرَاءَ“ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

صرف ابن اسحاق نے یہ بیان کیا ہے کہ حضرت معوذؓ ستر انصار کے ساتھ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل

تھے۔ حضرت معوذؓ نے اُمّ یزید بنت قیس سے شادی کی۔ اس شادی سے ان کے ہاں دو بیٹیاں پیدا ہوئیں جن کے نام حضرت رُبیبہ بنت معوذؓ اور حضرت عُمیرہ بنت معوذؓ تھیں۔

(الطبقات الكبرى لابن سعد جزء ۳ صفحہ ۳۷۴ ”مُعَوِّذُ بْنُ عَفْرَاءَ“ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۱۹۹۰ء)

حضرت معوذؓ کو اپنے دونوں بھائیوں حضرت معاذؓ اور حضرت عوفؓ کے ساتھ غزوہ بدر میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔

(اسد الغابہ فی معرفۃ الصحابہ جزء ۵ صفحہ ۲۳۱ ”مُعَوِّذُ بْنُ عَفْرَاءَ“ دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان ۲۰۰۳ء)

غزوہ بدر میں حضرت معاذؓ، حضرت عوفؓ اور حضرت معوذؓ جو بنو عفراء کہلاتے تھے وہ اور ان کے آزاد کردہ غلام ابو حمراء کے پاس ایک ہی اونٹ تھا جس پر وہ باری باری سوار ہوتے تھے۔

(کتاب المغازی للواقدی جزء ۱ صفحہ ۳۸ بدر القتال، مطبوعہ دارالکتب العلمیۃ ۲۰۱۳ء)

یہ روایت حضرت معاذؓ کے ضمن میں پہلے بیان کر چکا ہوں لیکن یہاں حضرت معوذؓ کے ضمن میں بھی اس کا آنا ضروری ہے اس لیے بیان کرتا ہوں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے دن فرمایا کہ کون دیکھے گا کہ ابو جہل کا کیا حال ہوا ہے؟ حضرت ابن مسعودؓ گئے اور جا کر دیکھا کہ اس کو عفراء کے دو بیٹوں نے تلواروں سے اتنا مارا ہے کہ وہ مرنے کے قریب ہو گیا ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے پوچھا کیا تم ابو جہل ہو؟ حضرت انسؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے ابو جہل کی داڑھی پکڑی۔ ابو جہل کہنے لگا کیا تم نے اس سے بڑے کسی آدمی کو قتل کیا ہے یا یہ کہا کہ اس کو اس کی قوم نے قتل کیا ہو؟ اس جیسے بڑے آدمی کو کبھی ان کی قوم نے قتل کیا ہو؟

(صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل حدیث نمبر ۳۹۲۲)

یہ بخاری کی روایت ہے۔ اس کی شرح میں حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ بعض روایات میں ہے کہ عفراء کے دو بیٹوں معوذؓ اور معاذؓ نے ابو جہل کو موت کے قریب پہنچا دیا تھا۔ بعد میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ نے اس کا سرتن سے جدا کیا تھا۔ امام ابن حجر نے اس احتمال کا اظہار کیا ہے کہ حضرت معاذ بن عمروؓ اور حضرت معاذ بن عفراءؓ کے بعد حضرت معوذ بن عفراءؓ نے بھی اس پر وار کیا ہو گا۔

(ماخوذ از صحیح بخاری کتاب فرض الخمس باب من لم یخمس الا سلاب..... حدیث 3141 جلد 5 صفحہ 491 حاشیہ، اردو ترجمہ شائع کردہ نظارت

(اشاعت ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ابو جہل کے قتل کے واقعے کو بیان کرتے ہوئے بیان فرمایا کہ انسان بڑی خوشیاں کرتا ہے اور اپنے لیے ایک چیز کو مفید خیال کرتا ہے لیکن وہی اس کے لیے تباہی اور بربادی کا باعث ہو جاتی ہے۔ بدر کے موقعے پر کفار مکہ جب آئے تو انہوں نے سمجھا کہ بس ہم نے مسلمانوں کو مار لیا اور ابو جہل نے کہا ہم عید منائیں گے اور خوب شرابیں اڑائیں گے اور سمجھا کہ بس اب مسلمانوں کو مار کر ہی پیچھے ہٹیں گے لیکن اسی ابو جہل کو مدینے کے دو لڑکوں نے قتل کر دیا۔ کفار مکہ مدینہ والوں کو بڑا ذلیل خیال کرتے تھے اور اسے یعنی ابو جہل کو ایسی حسرت دیکھنی نصیب ہوئی کہ اس کی آخری خواہش بھی پوری نہ ہو سکی۔ عرب میں رواج تھا کہ جو سردار ہوتا وہ اگر لڑائی میں مارا جاتا تو اس کی گردن لمبی کر کے کاٹتے تا کہ پہچانا جاوے کہ یہ کوئی سردار تھا۔ عبد اللہ بن مسعودؓ نے اسے دیکھا جب یہ بے حس و حرکت اور زخمی پڑا ہوا تھا اور پوچھا کہ تمہاری کیا حالت ہے؟ اس نے کہا مجھے اور تو کوئی افسوس نہیں، صرف یہ ہے کہ مجھے مدینہ کے دو ارائیں بچوں نے مار دیا یعنی ایسے بچوں نے جو سبزیاں اگانے والوں کی، کھیتی باڑی کرنے والوں کی اولاد ہیں اور مکہ والوں کی نظر میں یہ کام کم درجے کا سمجھا جاتا تھا اور خیال کیا جاتا تھا کہ مدینہ کے لوگوں کو جنگ و جدل اور جنگ و قتال کا کیا پتہ؟ لیکن مارا بھی اور اس کے اس تکبر کو توڑا بھی تو کس نے؟ انہی لوگوں نے۔ نہ صرف ان لوگوں نے بلکہ ان کے بچوں نے یا لڑکوں نے جو اتنے تجربہ کار نہیں تھے۔ عبد اللہ نے دریافت کیا کہ تمہاری کوئی خواہش ہے؟ اس نے کہا میری یہ خواہش ہے کہ میری گردن ذرا لمبی کر کے کاٹ دو۔ انہوں نے کہا میں تیری یہ خواہش بھی پوری نہیں ہونے دوں گا اور اس کی گردن کو ٹھوڑی کے پاس سے سختی سے کاٹ دیا اور وہ جو عید منانی چاہتا تھا وہی اس کے لیے ماتم ہو گیا اور وہ شراب جو اس نے پی تھی اسے ہضم ہونی بھی نصیب نہ ہوئی۔

(ماخوذ از خطبات محمود (خطبات عید الفطر) جلد 1 صفحہ 11)

غزوہ بدر کے موقعے پر حضرت معوذ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ آپؐ کو ابو مسافع نے شہید کیا تھا۔
(الاستیعاب فی معرفۃ الاصحاب جزء ۲ صفحہ ۱۳۴۲ ”مُعَوِّذُ بْنُ عَفْرَاءَ“ دار الجیل بیروت ۱۹۹۲ء)

اگلا ذکر جن صحابی کا ہے ان کا نام ہے حضرت اُبی بن کعبؓ۔ حضرت اُبیؓ انصار کے قبیلہ خزرج کی

شاخ بنو معاویہ سے تھے۔ حضرت اُبیؓ کے والد کا نام کعب بن قیس اور والدہ کا نام صہیبہ بنت اَسود تھا۔ حضرت ابی بن کعبؓ کی دو کنیتیں تھیں ایک ابو مُنذر جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رکھی اور دوسری ابو طفیل جو حضرت عمرؓ نے ان کے بیٹے طفیل کی وجہ سے رکھی تھی۔

(اسد الغابہ، جلد ۱ صفحہ ۱۶۸، ۱۶۹ مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۶)

حضرت اُبیؓ متوسط قامت تھے یعنی درمیانے قد کے تھے۔ حضرت اُبیؓ کے سر اور داڑھی کا رنگ سفید تھا۔ خضاب کے ذریعے سے اپنا بڑھاپا تبدیل نہیں کرتے تھے۔ (طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۸) مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۶) یعنی بالوں کو یا داڑھی کو رنگ نہیں لگاتے تھے۔ حضرت اُبی بن کعبؓ ستر افراد کے ہمراہ بیعت عقبہ ثانیہ میں شامل تھے۔ حضرت اُبیؓ اسلام سے پہلے بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے اور اسلام کے بعد حضرت اُبیؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی وحی لکھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبیؓ اور حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی جبکہ دوسری روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبیؓ اور حضرت سعید بن زیدؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تھی۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۸ مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۶)

حضرت ابی بن کعبؓ کے متعلق آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ وہ اُبیؓ کو قرآن پڑھ کر سنائیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے سب سے بڑے قاری اُبیؓ ہیں۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۸ مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۶)

اور اسی وجہ سے ان کے بارے میں یہی آتا ہے کہ ان کو قرآن کا بہت علم تھا اور آگے اور بھی اس بارے میں روایتیں آئیں گی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان چار آدمیوں میں سے تھے جن کے متعلق رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ یہ قرآنِ امت ہیں یعنی اگر کسی نے قرآن سیکھنا ہو تو ان سے سیکھے۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 10 صفحہ 84)

پھر حضرت مصلح موعودؑ بیان فرماتے ہیں کہ ”رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جن کاتبوں کو قرآن کریم لکھواتے تھے ان میں سے مندرجہ ذیل پندرہ نام تاریخ سے ثابت ہیں۔ زید بن ثابتؓ، اُبی بن کعبؓ، عبد اللہ بن سعد بن ابی سہمؓ، زبیر بن العوامؓ، خالد بن سعید بن العاصؓ، ابان بن سعید العاصؓ، حنظلہ بن الربیعؓ، الأَسَدِیُّ، مُعَیْقِبِ بن ابی فاطمہؓ، عبد اللہ بن اَرْقَمِ الزُّہْرِیُّ، شُرْحَبِیْلِ بن حَسَنَہؓ، عبد اللہ بن رَوَاحِہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ۔ جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن شریف نازل ہوتا تو آپ ان لوگوں میں سے کسی کو بلا کر وحی لکھوادیتے تھے۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 425-426)

حضرت مصلح موعودؑ نے ایک جگہ فرمایا کہ ”رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن پڑھانے والے استادوں کی ایک جماعت مقرر فرمائی تھی جو سارا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حفظ کر کے آگے لوگوں کو پڑھاتے تھے۔ یہ چار چوٹی کے استاد تھے جن کا کام یہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن شریف پڑھیں اور لوگوں کو قرآن پڑھائیں۔ پھر ان کے ماتحت اور بہت سے صحابہؓ ایسے تھے جو لوگوں کو قرآن شریف پڑھاتے تھے۔ ان چار بڑے استادوں کے نام یہ ہیں۔ 1- عبد اللہ بن مسعودؓ، 2- سالم مولیٰ ابی حدیفہؓ، 3- معاذ بن جبلؓ، 4- ابی بن کعبؓ۔ ان میں سے پہلے دو مہاجر ہیں اور دوسرے دو انصاری۔ کاموں کے لحاظ سے عبد اللہ بن مسعودؓ ایک مزدور تھے، سالمؓ ایک آزاد شدہ غلام تھے، معاذ بن جبلؓ اور ابی بن کعبؓ مدینہ کے رؤسائیں سے تھے۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام گروہوں کو مد نظر رکھتے ہوئے ہر گروہ میں سے قاری مقرر کر دیے تھے۔ حدیث میں آتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے خُذُوا الْقُرْآنَ مِنْ اَرْبَعَةٍ (مَنْ) عَبَدَ اللّٰهَ بِنِ مَسْعُوْدٍ وَّ سَالِمٍ وَّ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ وَّ اُبَيِّ بْنِ كَعْبٍ۔ جن لوگوں نے قرآن پڑھنا ہو وہ ان چار سے قرآن پڑھیں۔ عبد اللہ بن مسعودؓ، سالمؓ، معاذ بن جبلؓ اور ابی بن کعبؓ۔ یہ چار تو وہ ہیں جنہوں نے سارا قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا یا آپ کو سنا کر اس کی تصحیح کر لی لیکن ان کے علاوہ بھی بہت سے صحابہؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست بھی کچھ نہ کچھ قرآن سیکھتے رہتے تھے۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 427-428)

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبیؓ کو فرمایا اللہ نے

مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں سورۃ لَمْ یَکُنِ الَّذِیْنَ کَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْکِتَابِ - پڑھ کر سناؤں۔ حضرت اُبَیؓ نے پوچھا کیا میرا نام لیا تھا؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اُبَیؓ یہ سن کر رو پڑے۔ یہ بخاری کی روایت ہے۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب مناقب ابی بن کعب حدیث نمبر ۳۸۰۹)

جبکہ ایک دوسری روایت میں ذکر ہے کہ حضرت انس بن مالکؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ سے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ میں تمہیں قرآن پڑھ کر سناؤں۔ حضرت اُبَیؓ نے پوچھا کیا اللہ نے آپؐ سے میرا نام لیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں۔ حضرت اُبَیؓ نے عرض کیا: دونوں جہانوں کے پالنے والے کے ہاں میرا ذکر ہوا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں۔ اس پر حضرت اُبَیؓ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

(صحیح بخاری کتاب التفسیر باب سورۃ لم یکن، حدیث نمبر ۴۹۶۱)

اس واقعے کی تفصیل حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اپنے الفاظ میں اس طرح بیان فرمائی ہے۔ آپؐ فرماتے ہیں کہ ”ابُو حَیَّسَہٗ بَدْرِیٌّ سَے رَوايَتِ ہِے کَہ جَب سَورَۃ لَمْ یَکُنِ سَبِّ کِی سَبِّ نَازِلِ ہَویؓ ہِے (یعنی یہ اکٹھی نازل ہوئی ہے) تَوجَرِیْلُؓ نَے رَسلِ کَرِیْمِ صَلی اللہ علیہ وسلم سَے کَہا کَہ اللہ تَعالیٰ نَے آپؐ کَو حَکْمِ دِیا ہِے کَہ یَہ سَورَۃ اَبِی بَن کَعْبِؓ کَویاد کَرا دیں۔ اس پَر رَسلِ کَرِیْمِ صَلی اللہ علیہ والہ وسلم نَے حَضرَتِ اَبِی بَن کَعْبِؓ سَے کَہا کَہ جَبرِیْلُؓ نَے مَجرَہ حَکْمِ دِیا ہِے یعنی خَدا تَعالیٰ کَایَ حَکْمِ مَجرَہ پَہنچایا ہِے کَہ مِیں یَہ سَورَۃ تَم کَویاد کَرا دوں۔ اَبِی بَن کَعْبِؓ نَے عَرضِ کِیا کَہ یَا رَسلِ اللہ! مِیرا بَھی خَدا تَعالیٰ کَے حَضرِ مِیں ذَکر آیا تَھا؟ آپؐ نَے فرمایا ہاں۔ اس پَر اَبِی بَن کَعْبِؓ خَوشی کَے مارے رو پڑے۔“

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 342)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے اس جملے کی یاد کو کئی مرتبہ تازہ کیا۔ ایک مرتبہ مسجد نبویؐ کے منبر پر کہا کہ سب سے بڑے قاری اُبَیؓ ہیں۔ شام کے مشہور سفر میں مقام جابیہ، یہ جابیہ دمشق کے علاقے کی ایک بستی کا نام ہے، وہاں اس کے خطبہ میں فرمایا کہ مَنْ آدَا انْقُرْآنَ فَلِیَاتِ اُبَیًّا۔ یعنی جس کو قرآن کا ذوق ہو وہ اُبَیؓ کے پاس آئے۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 149 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی) (معجم البلدان جلد 2 صفحہ 91)

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ چار شخصوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں قرآن سارے

کاسارا حفظ کیا تھا۔ یہ سب انصاری تھے۔ حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابو زیدؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ۔ یہ بخاری کی حدیث ہے۔

(صحیح بخاری کتاب مناقب الانصار باب مناقب زید بن ثابت حدیث نمبر 3810 مترجم جلد 7 صفحہ 290 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

حضرت مصلح موعودؓ فرماتے ہیں کہ ”انصار میں سے جو مشہور حفاظ تھے ان کے نام یہ ہیں۔ عبادہ بن صامتؓ، معاذؓ، مُجَبِّعُ بن حَارِثَہؓ، فَضَالہ بن عَبَّیدؓ، مَسْلَكہ بن مُخَلَّدؓ، ابو درداءؓ، ابو زیدؓ، زید بن ثابتؓ، اُبی بن کعبؓ، سعد بن عبادہؓ اور ام وَرَقَہؓ۔“

(دیباچہ تفسیر القرآن، انوار العلوم جلد 20 صفحہ 430)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت پر سب سے زیادہ مہربان حضرت ابو بکرؓ ہیں اور خدا کے دین کی بابت سب سے زیادہ سخت حضرت عمرؓ ہیں، یعنی ان میں اصولوں کی بڑی سختی ہے اور حیا میں سب سے زیادہ کامل حضرت عثمانؓ ہیں۔ حیا کے اعلیٰ معیار پر پہنچے ہوئے حضرت عثمانؓ ہیں اور حلال و حرام کا سب سے زیادہ علم رکھنے والے حضرت معاذ بن جبلؓ ہیں اور فرائض کے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت زید بن ثابتؓ ہیں اور قرأت کے سب سے زیادہ جاننے والے حضرت ابی بن کعبؓ ہیں اور ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین حضرت ابو عبیدہ بن جراحؓ ہیں۔ (جامع ترمذی ابواب المناقب باب مناقب معاذ بن جبل..... حدیث ۳۷۹۰) جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے حضرت ابو عبیدہ کا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری پر سب سے پہلے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی وحی لکھنے والے حضرت ابی بن کعبؓ ہی تھے۔ اس زمانے میں کتاب یا قرآن کے اخیر میں کاتب کا نام لکھنے کا دستور نہیں تھا۔ سب سے پہلے حضرت اُبیؓ نے اس کی ابتدا کی۔ بعد میں اور بزرگوں نے بھی اس کی تقلید کی۔

(اسد الغابہ جلد 1 صفحہ 140 مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2016)

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 158 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

یعنی لکھنے والے کا نام نہیں لکھا جاتا تھا صرف کتابت کی جاتی تھی۔ حضرت اُبیؓ نے اس کام کو شروع کیا کہ لکھنے کے بعد آخر میں اپنا نام لکھ دیا کہ یہ میں نے لکھا ہے اس کے بعد پھر یہ طریق باقاعدہ رائج ہو گیا۔

حضرت اُبیؓ نے قرآن کا ایک ایک حرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک سے سن کر یاد کر لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے شوق کو دیکھ کر ان کی تعلیم کی طرف خصوصی توجہ فرماتے

تھے۔ نبوت کا رعب بڑے بڑے صحابہ کو سوال کرنے سے مانع ہوتا تھا، روکتا تھا لیکن حضرت اُبیؓ بے جھجک جو چاہتے تھے سوال کرتے تھے۔ یعنی یہ نہیں کہ بے تکے سوال کرتے تھے۔ ایک جو نبوت کا رعب ہے اس کے اور مقام کے دائرے کے اندر رہتے ہوئے جس طرح سوال کرنا چاہیے اس طرح سوال کرتے تھے لیکن جھجک نہیں تھی۔ ان کے شوق کو دیکھ کر بعض اوقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود ابتدا فرماتے تھے اور بغیر پوچھے بھی بتا دیتے تھے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 148 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی۔ اس میں ایک آیت پڑھنا بھول گئے۔ حضرت اُبیؓ نماز میں شروع سے شریک نہیں ہوئے تھے بلکہ درمیان میں شریک ہوئے تھے۔ نماز ختم کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ کسی نے میری قراءت پر خیال کیا تھا؟ تمام لوگ خاموش رہے۔ پھر پوچھا ابی بن کعب ہیں؟ حضرت اُبیؓ اس وقت تک نماز ختم کر چکے تھے۔ غالباً دوسری رکعت پڑھی ہوگی جو یہ غلطی ہوئی ہوگی یا سہوا ہو گیا آیت کو بھولے ہوں گے جس کو حضرت ابی بن کعبؓ نے بعد میں شامل ہونے کے بعد بہر حال سن لیا تھا۔ ابی نماز ختم کر چکے تھے مگر بولے کہ آپ نے فلاں آیت نہیں پڑھی۔ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ٹھیک ہے آپ نے تلاوت میں فلاں آیت نہیں پڑھی۔ کیا یہ منسوخ ہو گئی ہے یا آپ پڑھنا بھول گئے تھے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، میں پڑھنا بھول گیا تھا۔ اس کے بعد فرمایا کہ میں جانتا تھا۔ حضرت اُبیؓ کو مخاطب کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں جانتا تھا کہ تمہارے سوا اور کسی کو ادھر خیال نہیں ہوا ہوگا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 148، مکتبہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت ابی بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد میں تھا۔ ایک آدمی اندر آیا اور نماز پڑھنے لگا۔ پھر اس نے ایسی قراءت کی جو مجھے اوپری لگی۔ پھر ایک اور آدمی اندر آیا اس نے اپنے ساتھی کی قراءت سے مختلف قراءت کی۔ پھر جب ہم نماز پڑھ چکے تو ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ اس شخص نے ایسی قراءت میں قرآن پڑھا ہے جو مجھے اوپری لگی۔ پھر دوسرا شخص آیا اس نے اپنے ساتھی کی قراءت سے مختلف قراءت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں کو ارشاد فرمایا کہ اچھا۔ کہا اب مجھے پڑھ کے سناؤ۔ ان دونوں نے قراءت

کی۔ قرآن کریم پڑھ کے سنایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے پڑھنے کو ٹھیک قرار دیا۔ دونوں کو کہا کہ تم دونوں ٹھیک ہو۔ اپنی رائے کی تردید پر حضرت اُبیؓ کہتے ہیں کہ میں نے جو رائے قائم کی تھی کہ اس نے غلط پڑھا ہے اس کی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تردید کر دی اور دونوں کو صحیح قرار دے دیا تو میں انتہائی شرمندہ ہوا جو جاہلیت میں بھی نہ ہوا تھا جب مجھے کچھ بھی نہیں پتہ تھا۔ ایسی شرمندگی اس وقت مجھے ہوئی کہ کبھی زندگی میں نہیں ہوئی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حالت کو دیکھا جو مجھ پر طاری ہوئی تھی، شرمندگی کی کیفیت چہرے سے ظاہر ہو گئی ہوگی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا۔ میں پسینے میں شرابور تھا گویا کہ میں ڈر کی حالت میں اللہ عز و جل کو دیکھ رہا تھا تب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ اے اُبیؓ! مجھے پیغام بھجوایا گیا کہ میں قرآن کو ایک قراءت میں پڑھوں۔ میں نے اس کا جواب دیا کہ میری امت کے لیے آسانی پیدا کر دے۔ چنانچہ اس نے مجھے دوسری مرتبہ یہ جواب دیا کہ میں اسے یعنی قرآن کو دو قراءتوں میں پڑھوں۔ پھر میں نے عرض کیا کہ میری امت کے لیے آسانی فرمادے۔ پھر اس نے تیسری مرتبہ مجھے جواب دیا کہ اسے سات قراءتوں پر پڑھ لو۔ پس ہر سوال کے بدلے جس کا میں نے تجھے جواب دیا ہے ایک دعا کا تجھے حق دیا گیا ہے یعنی اس فرشتے نے کہا۔ جبرئیل نے کہا اللہ تعالیٰ کا یہ پیغام ہے کہ ہر قراءت کے بدلے دعا کا حق دیا گیا ہے۔ جو تو مجھ سے مانگ سکتا ہے تب میں نے عرض کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما رہے ہیں کہ تب میں نے عرض کیا کہ اے اللہ! میری امت کو بخش دے۔ اے اللہ! میری امت کو بخش دے۔ اور تیسری دعائیں نے اس دن کے لیے چھوڑ رکھی ہے جس دن ساری مخلوق میری طرف رغبت کرے گی یہاں تک کہ ابراہیمؑ بھی۔

(صحیح مسلم کتاب صلاۃ المسافرین و قصرہا باب بیان ان القرآن....، مترجم نور فاؤنڈیشن جلد 3 صفحہ 308-309)

حضرت اُبی بن کعبؓ کو فن قراءت میں جو کمال حاصل تھا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے قرآن کا دور کروا تے تھے۔ چنانچہ جس سال آپؐ نے وفات پائی حضرت اُبیؓ کو قرآن سنایا اور فرمایا مجھ سے جبرئیل نے کہا تھا کہ اُبیؓ کو قرآن سنا دیجیے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 149 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی کو قرآن سنایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ

مبارک میں حضرت اُبیؓ ایک ایرانی کو قرآن پڑھاتے تھے۔ جب اس کو یہ آیت پڑھائی اِنَّ شَجَرَةَ
الزَّقُومِ طَعَامٌ لِّلْاٰثِمِيْنَ تو اس سے اُثیم ادا نہ ہوتا تھا۔ ایرانی کا تلفظ تھا۔ وہ ث کے لفظ کو صحیح طرح ادا نہیں
کر سکتا تھا۔ ہر دفعہ جب یہ اُثیم کہتے تو وہ یتیم کہہ دیتا تھا۔ حضرت اُبیؓ نہایت پریشان تھے کہ کس
طرح اس کو سکھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہاں سے گزر ہوا اور ان کی پریشانی دیکھ کر ٹھہر گئے
اور جب یہ بات سنی تو ایرانی زبان میں فرمایا اسے یہ کہو کہ طَعَامُ الْاٰثِمِیْنَ یہ ظ سے۔ اس نے جب اس
طرح اس کو کہا تو اس نے صاف طور پر ادا کر دیا اور اُثیم کہہ دیا۔ انہوں نے ظاٹھ کہا تھا تو اس نے
اُثیم کہہ دیا اور صحیح تلفظ ادا کر دیا۔ اس پر آپؐ نے حضرت اُبیؓ سے فرمایا کہ اس کی زبان درست
کر۔ جس طرح اس کی زبان ہے اس زبان میں اس کو بتاؤ تا کہ وہ صحیح تلفظ سے قرآن کریم پڑھ سکے
اور اس سے حرف نکلواؤ، خدا تمہیں اس کا اجر دے گا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 152 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعے کے دن خطبہ دے رہے تھے اور سورہ براءت تلاوت
فرمائی۔ یہ سورہ حضرت ابو درداءؓ اور ابو ذرؓ کو معلوم نہ تھی۔ اثنائے خطبہ میں حضرت اُبیؓ سے اشارہ
سے پوچھا کہ یہ سورہ کب نازل ہوئی ہے؟ میں نے تو اب تک نہیں سنی تھی۔ حضرت اُبیؓ نے اشارے سے
کہا خاموش رہو۔ نماز کے بعد جب اپنے گھر جانے کے لیے اٹھے تو دونوں بزرگوں نے حضرت اُبیؓ سے
کہا کہ تم نے ہمارے سوال کا جواب کیوں نہیں دیا تھا؟ جواب میں اُبیؓ نے کہا آج تمہاری نماز بیکار
ہو گئی ہے اور وہ بھی محض ایک لغو حرکت کی وجہ سے۔ یہ سن کر وہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
پاس پہنچے اور بیان کیا کہ اُبیؓ ایسا کہتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”سچ کہتے ہیں“۔ یعنی
خطبے میں تمہیں بولنا نہیں چاہیے تھا۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 157 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت اُبیؓ بن کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے ابو منذر! کیا
تمہیں پتہ ہے کہ اللہ کی کتاب میں جو تمہارے پاس ہے سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ حضرت
اُبیؓ کہتے ہیں میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے دوبارہ پوچھا اور فرمایا اے
ابو منذر! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کی کتاب میں جو تمہارے پاس ہے سب سے عظیم آیت کون سی ہے؟ وہ

کہتے ہیں جب دوبارہ پوچھا تو اس پر پھر میں نے عرض کیا کہ اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ۔ وہ کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا بخدا اے ابو منذر! علم تمہیں مبارک ہو۔ (صحیح مسلم کتاب صلاة المسافرين و قصر باب فضل سورة الكهف وآية الكرسي، مترجم نور فاؤنڈیشن جلد 3 صفحہ 300)

آپؐ نے فرمایا ٹھیک ہے۔ اس بات کو، جواب کو پسند کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مقدس میں حضرت اُبیؓ نے حضرت طفیل بن عمرو دؤسی کو قرآن پڑھایا تھا۔ انہوں نے ایک کمان ہدیہ پیش کی۔ حضرت اُبیؓ اس کو لگا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ یہ کہاں سے لائے ہو؟ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ ایک شاگرد کا ہدیہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کو واپس کر دو۔ آئندہ ایسے ہدیے سے پرہیز کرنا۔ اسی طرح ایک شاگرد نے کپڑا ہدیہ میں پیش کیا اس میں بھی یہی صورت پیش آئی۔ اس لیے بعد میں ان باتوں سے بکلی اجتناب کر لیا یعنی قرآن پڑھانے کے عوض میں کوئی ہدیہ نہیں لینا۔ ملک شام کے لوگ جب آپؐ سے قرآن مجید پڑھتے اور مدینہ کے کاتبوں سے لکھواتے بھی تھے اور کتابت کا معاوضہ اس طرح ادا ہوتا تھا کہ شامی اپنے ساتھ کاتبوں کو کھانے میں شریک کر لیا کرتے تھے۔ معاوضہ یہ ہوتا تھا کہ اپنے ساتھ کھانا کھلا دیا لیکن حضرت اُبیؓ ایک وقت بھی ان کی دعوت منظور نہ کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ایک دن ان سے دریافت کیا کہ ملک شام کا کھانا کیسا ہوتا ہے؟ حضرت اُبیؓ نے کہا میں ان کے ہاں کھانا نہیں کھاتا میں تو اپنا ہی کھاتا ہوں۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 151، 152، مکتبہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت اُبیؓ غزوة بدر، احد، خندق اور دیگر تمام غزوات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ شریک رہے۔

(طبقات الکبری لابن سعد جلد 3 صفحہ 38، مکتبہ دارالکتب العلمیہ بیروت 2010)

غزوة احد میں ایک تیر آپؐ کی رگ پر لگا، ایسی مین (main) رگ جس کو medium vein کہتے ہیں جو سر، سینے، پشت اور ہاتھ پاؤں وغیرہ تک خون پہنچاتی ہے۔ اس پہ لگا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب بھیجا، علاج کرنے والے کو بھیجا جس نے رگ کاٹ دی۔ پھر اس رگ کو اپنے ہاتھ سے داغ دیا۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 141، 142، مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

(اردولفت جلد 22 صفحہ 29 اردولفت بورڈ کراچی) (کل Lexicon under word)

غزوہ احد کا ایک واقعہ جو پہلے بھی بیان ہو چکا ہے، مختصر بیان یہاں بھی کر دیتا ہوں۔ جنگ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ کو فرمایا کہ جاؤ اور زخمیوں کو دیکھو۔ وہ دیکھتے ہوئے حضرت سعد بن ربیعؓ کے پاس پہنچے جو سخت زخمی تھے اور آخری سانس لے رہے تھے۔ انہوں نے ان سے کہا کہ اپنے متعلقین اور اعزاء کو اگر کوئی پیغام دینا ہو تو مجھے دے دیں۔ حضرت سعدؓ نے مسکراتے ہوئے کہا کہ میں منتظر ہی تھا کہ کوئی مسلمان ادھر آئے تو پیغام دوں۔ پھر کہنے لگے کہ میرے ہاتھ میں ہاتھ دو اور وعدہ کرو کہ میرا پیغام ضرور پہنچا دو گے۔ اور پیغام کیا تھا۔ وہ یہ تھا کہ میرے بھائی! مسلمانوں کو میرا سلام پہنچا دینا اور میری قوم اور میرے رشتہ داروں سے کہنا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس خدا تعالیٰ کی ایک بہترین امانت ہیں اور ہم اپنی جانوں سے اس امانت کی حفاظت کرتے رہے ہیں۔ اب ہم جاتے ہیں اور اس امانت کی حفاظت تمہارے سپرد کرتے ہیں۔ ایسا نہ ہو کہ تم اس کی حفاظت میں کمزوری دکھاؤ۔

(ماخوذ از تفسیر کبیر جلد 7 صفحہ 338)

9 ہجری میں جب زکوٰۃ فرض ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تحصیل صدقات کے لیے عرب کے صوبہ جات میں عمال روانہ فرمائے تو حضرت اُبی قبیلہ بنو بَلَسَی بنو عَدْر اور بنو سعد میں صدقہ کے عامل مقرر ہو کر گئے۔ ایک دفعہ حضرت اُبیؓ ایک گاؤں میں گئے تو ایک شخص نے تمام جانور لا کر سامنے کھڑے کر دیے کہ ان میں سے زکوٰۃ کے طور پر جس کو چاہیں انتخاب کر لیں۔ حضرت اُبیؓ نے اونٹوں میں سے دو برس کا ایک بچہ چُنا۔ صدقہ دینے والے نے کہا کہ اس کے لینے سے کیا فائدہ؟ نہ تو یہ دودھ دے سکتا ہے نہ سواری کے قابل ہے۔ اگر آپؓ لینا چاہتے ہیں تو یہ اونٹنی حاضر ہے۔ موٹی تازی بھی ہے اور جوان بھی ہے۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ یہ کبھی نہیں ہو گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے خلاف میں نہیں کر سکتا۔ اس سے یہ بہتر ہے کہ تم میرے ساتھ چلو۔ مدینہ یہاں سے کچھ دُور نہیں ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاتے ہیں آپؓ جو ارشاد فرمائیں گے اس کی تعمیل کرنا۔ وہ اس پہ راضی ہو گیا اور حضرت اُبیؓ کے ساتھ اونٹنی لے کر مدینہ آیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے تمام قصہ دہرایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تمہاری مرضی یہی ہے تم بڑی اونٹنی دینا چاہتے ہو

تو تم اونٹنی دے دو قبول کر لی جائے گی اور خدا تم کو اس کا اجر دے گا۔ وہ اونٹنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر کے واپس چلا گیا۔

حضرت ابو بکرؓ کے عہد میں قرآن مجید کی ترتیب اور تدوین کا کام شروع ہوا۔ صحابہ کی جو جماعت اس خدمت پر مامور کی گئی حضرت اُبیؓ اس کے نگران تھے۔ وہ قرآن کے الفاظ بولتے تھے اور لوگ ان کو لکھتے جاتے تھے۔ یہ جماعت چونکہ اربابِ علم پر مشتمل تھی اس لیے کسی کسی آیت پر مذاکرہ اور مباحثہ بھی ہوتا رہتا تھا۔ چنانچہ جب سورہ توبہ کی آیت کہ **ثُمَّ انصرفتوا صرف الله قلوبهم بانهم قلوبهم لا يفقهون** لکھی گئی تو لوگوں نے کہا کہ یہ سب سے آخر میں نازل ہوئی تھی۔ حضرت اُبیؓ نے کہا نہیں۔ اس کے بعد دو آیتیں مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی تھیں۔ یہ آخری نہیں بلکہ یہ آخری دو آیتوں سے پہلے ہے۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 142 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت عمرؓ نے اپنے عہدِ خلافت میں سینکڑوں مفید باتوں کا اضافہ فرمایا جس میں ایک مجلس شوریٰ کا قیام بھی تھا۔ اسلام میں مجلس شوریٰ کا قیام حضرت عمرؓ کے زمانے میں ہوا۔ یہ مجلس انصار اور مہاجرین کے مقتدر اصحاب پر مشتمل تھی جن میں قبیلہ خزرج کی طرف سے حضرت ابی بن کعبؓ بھی ممبر تھے۔

(سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 142، 143 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

ایک شخص جن کا نام جابر یا جویر تھا بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں اپنے کسی کام کے لیے آپؓ کے پاس حاضر ہوا۔ حضرت عمرؓ کے پہلو میں ایک شخص کھڑا تھا جس کے بال اور کپڑے سفید تھے۔ اس نے کہا یقیناً اس دنیا میں ہمارے لیے مقصود تک پہنچنے کے ذرائع اور آخرت کے لیے زاہدِ راہ موجود ہے اور اسی میں ہمارے وہ اعمال ہیں جن کا بدلہ ہمیں آخرت میں ملے گا۔ جابر کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا اے امیر المؤمنین! یہ کون ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ یہ مسلمانوں کے سردار ابی بن کعبؓ ہیں۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد 3 صفحہ 381، 382 مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 2012)

عبدالرحمن بن عبدقاری سے روایت ہے کہ میں رمضان کی ایک رات حضرت عمر بن خطابؓ کے ساتھ مسجد کی طرف نکلا تو کیا دیکھتے ہیں کہ لوگ الگ الگ گروہوں میں بٹے ہوئے ہیں۔ کوئی شخص اپنے

طور پر اکیلے نماز پڑھ رہا ہے اور کوئی شخص ایسے طور پر نماز پڑھ رہا ہے کہ اس کی اقتدا میں چند ایک لوگ نماز پڑھ رہے ہیں تو حضرت عمرؓ نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ اگر ان کو ایک ہی قاری کی اقتدا میں اکٹھا کر دو تو یہ بہتر ہوگا۔ پھر انہوں نے پختہ ارادہ کر لیا اور حضرت ابی بن کعبؓ کی اقتدا میں انہیں اکٹھا کیا۔ (صحیح بخاری کتاب الصلوٰۃ التراویح باب فضل من قام رمضان حدیث نمبر 2010 مترجم جلد 3 صفحہ 680، 681 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ) یعنی اس وقت وہ رات کو نوافل پڑھ رہے ہوں گے۔

حضرت اُبیؓ ان بزرگوں میں سے ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احادیث کا بہت بڑا حصہ سنا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے صحابہ درس حدیث میں آپؐ کی شاگردی اختیار کر چکے تھے۔ چنانچہ ان کے حلقہ تابعین سے زیادہ صحابہ کا مجمع ہوتا تھا۔ صحابہ بھی آپؐ سے حدیثیں سنا کرتے تھے۔ حضرت عمر بن خطابؓ، حضرت ابو ایوب انصاریؓ، حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ، حضرت سہل بن سعدؓ، حضرت سلیمان بن صردؓ یہ سب بھی حضرت اُبیؓ سے علم حدیث میں استفادہ کرتے تھے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 153 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت قیس بن عبادہؓ مدینہ میں صحابہ سے ملنے آئے۔ ان کا بیان ہے کہ میں نے حضرت ابی بن کعبؓ سے بڑھ کر کسی کو نہ پایا۔ نماز کا وقت تھا۔ لوگ جمع تھے اور حضرت عمرؓ بھی تشریف رکھتے تھے۔ کسی چیز کی تعلیم دینے کی ضرورت تھی۔ نماز ختم ہوئی تو حضرت اُبیؓ اٹھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث لوگوں تک پہنچائی۔ ذوق و شوق کا یہ عالم تھا کہ تمام لوگ ہمہ تن گوش تھے۔ قیس پر حضرت اُبیؓ کی اس شان عظمت کا بڑا اثر ہوا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 154، مکتبہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت عمرؓ کے پاس ایک عورت آئی۔ اس نے کہا کہ میرا شوہر مر گیا ہے۔ میں حاملہ ہوں۔ قرآن کریم کی رو سے استنباط اور فقہی مسائل بھی یہ حل کیا کرتے تھے تو بہر حال حاملہ عورت آئی۔ اس نے کہا کہ میرا خاوند مر گیا ہے۔ اب حمل وضع ہوا ہے۔ جب فوت ہوا حاملہ تھی اب وضع حمل ہو گیا ہے لیکن عدت کے ایام ابھی پورے نہیں ہوئے جو خاوند کے فوت شدہ ہونے کے لیے چار مہینے دس دن کی عدت ہے وہ پوری نہیں ہوئی لیکن میں حمل میں تھی اور اس سے پہلے میرا وہ حمل ہو گیا ہے۔ اس صورت میں آپؐ

کیا فرماتے ہیں؟ کیا میں عدت ابھی پوری کروں یا یہ کافی ہے؟ حضرت عمرؓ نے کہا کہ معین میعاد تک رکی رہو۔ یعنی ایک بیوہ عورت کے لیے عدت کی جو معین میعاد ہے اس کو پورا کرو۔ وہ حضرت عمرؓ کے پاس سے حضرت اُبیؓ کے پاس آئی اور ان سے مسئلہ پوچھا۔ حضرت عمرؓ سے فتویٰ پوچھنے کا حال بیان کیا اور جو حضرت عمرؓ کا جواب تھا وہ حضرت اُبیؓ کو بتایا۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ جاؤ اور حضرت عمرؓ سے کہنا کہ اُئی کہتا ہے کہ عورت حلال ہوگئی یعنی اب عدت کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ میرے بارے میں پوچھیں تو میں یہیں بیٹھا ہوا ہوں آکر بلا لینا۔ وہ عورت حضرت عمرؓ کے پاس گئی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ حضرت اُبیؓ کو بلا کے لاؤ۔ حضرت اُبیؓ آئے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا آپ نے یہ کہاں سے کہا ہے؟ اُبیؓ نے جواب دیا قرآن سے اور یہ آیت پڑھی۔ **وَأُولَاتُ الْأَحْسَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَنْثَهُنَّ**۔ اور جہاں تک حمل والیوں کا تعلق ہے ان کی عدت وضع حمل ہے۔ اس کے بعد کہا جو حاملہ بیوہ ہوگئی ہو وہ بھی اس میں داخل ہے اور میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق حدیث سنی ہے۔ حضرت عمرؓ نے عورت سے کہا کہ جو یہ کہہ رہے ہیں اس کو سنو یعنی یہ ٹھیک ہے۔ جس طرح حضرت اُبیؓ کہتے ہیں اس پر عمل کرو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا حضرت عباسؓ کا گھر مسجد نبویؐ سے متصل تھا۔ حضرت عمرؓ نے مسجد کو وسیع کرنا چاہا تو حضرت عباسؓ سے کہا کہ اپنا مکان فروخت کر دیں میں اس کو مسجد میں شامل کروں گا۔ حضرت عباسؓ نے کہا یہ نہیں ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا تو ہبہ کر دو۔ عباسؓ نے اس سے بھی انکار کر دیا۔ وہ اپنی مرضی کے بڑے مالک تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اچھا آپ خود مسجد کو وسیع کر دیں۔ چلیں اپنی طرف سے یہ کر دیں۔ آپ کی طرف سے بڑا اچھا gesture ہو جائے گا۔ اور امت کے لیے مسجد وسیع ہوگی اپنا مکان اس میں داخل کر دیں۔ اس پہ بھی حضرت عباسؓ نے کہا یہ بھی نہیں ہوگا۔ اس پہ بھی وہ راضی نہیں ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے کہا ان تین باتوں میں سے کوئی ایک بات آپ کو ماننی ہوگی۔ حضرت عباسؓ نے کہا میں ایک بھی نہیں مانوں گا۔ آخر دونوں نے حضرت اُبی بن کعبؓ کو اپنا حکم بنا لیا۔ حکم تک بات پہنچی۔ حضرت اُبیؓ نے حضرت عمرؓ کو کہا: بلا رضامندی آپ کو ان کی چیز لینے کا کیا حق ہے۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ نہیں۔ آپ نہیں لے سکتے۔ حضرت عمرؓ نے اُبیؓ سے پوچھا اس کے متعلق قرآن مجید

کی رو سے حکم نکالا ہے یا حدیث سے۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ حدیث سے اور وہ یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے جب بیت المقدس کی عمارت بنوائی تو اس کی ایک دیوار جو کسی دوسرے کی زمین پر بنوائی تھی گر پڑی۔ حضرت سلیمان کے پاس وحی آئی کہ اس سے اجازت لے کر بنائیں۔ بات سنی تو حضرت عمرؓ اس پہ خاموش ہو گئے لیکن بہر حال حضرت عباسؓ کا اخلاص و وفا تو تھا۔ بہر حال خلافت کے لیے عہد بیعت بھی تھا تو وہ خیال بھی اپنی طبیعت پر غالب آ گیا اور ایک دفعہ انکار تو کر چکے تھے لیکن بہر حال اب نیکی اور تقویٰ تو تھا ہی ناں اور دین کی غیرت بھی تھی اور خلافت کا احترام بھی تھا۔ بہر حال پھر ظاہر ہو گیا۔ جب حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے تو پھر انہوں نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اچھا میں اس کو، اپنے مکان کو مسجد میں شامل کرتا ہوں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 155 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ ارادہ کیا کہ حج تَتَّع سے لوگوں کو روک دیں۔ تین قسم کے حج ہوتے ہیں۔ بعض نوجوانوں کو بھی شاید نہیں پتہ ہو۔ حج تَتَّع وہ ہوتا ہے کہ عمرہ کا احرام باندھ کے مکے پہنچتے ہیں اور پہلے عمرہ کرتے ہیں پھر احرام کھول دیتے ہیں پھر آٹھویں ذوالحجہ کو نیا احرام باندھتے ہیں پھر حج کرتے ہیں یہ حج تمتع ہے۔ اور عام جو حج ہے وہ حج مفرد ہے جو عموماً ہوتا ہے اور قہمان جو ہے وہ یہی ہے کہ عمرہ اور حج ایک ہی احرام میں ہو جاتا ہے۔ بہر حال حضرت عمرؓ نے حج تمتع سے روکا۔ حضرت اُبیؓ نے کہا کہ اس کو روکنے کا آپؐ کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ کو روک دیا کہ یہ نہیں ہو سکتا۔ یہ غلط ہے۔ بہر حال پھر حضرت عمرؓ نے نہیں کیا۔ پھر ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کہ حیرہ کوفہ سے تین میل کے فاصلہ پر نجف کے علاقے میں ایک شہر ہے وہاں کے حلّے پہننے سے منع کریں۔ حضرت عمرؓ نے ارادہ کیا کیونکہ اس رنگ میں پیشاب کی آمیزش ہوتی ہے یا ہو سکتا ہے وہ رنگ کاٹنے کے لیے کسی جانور کا پیشاب شامل کیا جاتا ہو تو بہر حال حضرت اُبیؓ نے کہا اس کے بھی آپؐ مجاز نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کیونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رنگ کے کپڑے کو پہنا ہے اور وہاں کے حلّے کو پہنا ہے اور ہم لوگوں نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں پہنا ہے اور کبھی اعتراض نہیں ہوا اس لیے اس پر حضرت عمرؓ خاموش ہو گئے۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے۔ آپؐ ٹھیک کہتے ہیں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 156 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

(معجم البلدان جلد 2 صفحہ 328) (ماخوذ از فقہ احمدیہ جلد اول صفحہ 335-336)

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ کی خلافت کے زمانے میں حضرت عمرؓ اور حضرت اُبیؓ میں ایک باغ کی بابت اختلاف ہو گیا۔ حضرت اُبیؓ رونے لگے اور کہا کہ آپؓ کے عہد میں یہ باتیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا میری نیت یہ نہیں تھی۔ آپؓ کا جس مسلمان سے جی چاہے فیصلہ کروالیں۔ میرے اور آپ کے درمیان اختلاف تو ہے میں حکم نہیں دے رہا۔ فیصلہ کروالیں کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ میری رائے ٹھیک ہے تو اُبیؓ نے زید بن ثابت کا نام لیا کہ ان سے فیصلہ کراتے ہیں۔ حضرت عمرؓ راضی ہو گئے اور حضرت زیدؓ کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔ گو حضرت عمرؓ خلیفہ اسلام تھے تاہم ایک فریق کی حیثیت سے حضرت زید بن ثابتؓ کے اجلاس میں حاضر ہوئے۔ حضرت عمرؓ کو اُبیؓ کے دعویٰ سے انکار تھا۔ حضرت عمرؓ نے ان سے کہا کہ آپؓ بھولتے ہیں۔ سوچ کے یاد کریں۔ حضرت اُبیؓ کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہا مجھے کچھ یاد نہیں آتا تو خود حضرت عمرؓ نے واقعہ کی صورت بیان کی اور ساری تفصیل بیان کی کہ اس طرح اس طرح ہوا تھا۔ حضرت زیدؓ نے حضرت اُبیؓ سے پوچھا کہ آپ جو اپنا مطالبہ کر رہے ہیں اس کے لیے آپ کے پاس ثبوت کیا ہے؟ انہوں نے کہا کچھ نہیں۔ بولے ثبوت کوئی نہیں ہے۔ انہوں نے صرف یہ کہا کہ ثبوت تو کوئی نہیں۔ اس وقت آپؓ امیر المومنین سے قسم نہ لیجیے۔ کچھ نہیں ثبوت تو کوئی نہیں ہے لیکن بولے آپ امیر المومنین سے 'قسم نہ لیجیے'۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اگر مجھ پر قسم ضروری ہے تو مجھے اس میں بھی کوئی تامل نہیں ہے لینی ہے یا نہیں لینی۔ تو بہر حال اس کے بعد وہ فیصلہ ہو گیا جو بھی تھا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 145، 146 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت عثمان بن عفانؓ نے قرآن جمع کرنے میں قریش اور انصار کے بارہ آدمیوں کو منتخب کیا جن میں حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ بھی شامل تھے۔

(الطبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۸۱ مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۰)

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں قرآن مجید میں لب و لہجے کا اختلاف تمام ملک میں عام ہو چکا تھا۔ اس بنا پر آپؓ نے اس اختلاف کو مٹانا چاہا اور خود اصحابِ قراءت کو طلب فرما کر ہر شخص سے جدا جدا قراءت سنی۔ حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت عبد اللہ بن عباسؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ سب کے لہجے میں اختلاف نظر آیا۔ یہ دیکھ کر حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ میں تمام مسلمانوں کو ایک تلفظ کے قرآن پر جمع

کرنا چاہتا ہوں۔ قریش اور انصار میں بارہ اشخاص تھے جن کو قرآن پر پورا عبور تھا۔ حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو یہ اہم کام تفویض فرمایا اور حضرت ابی بن کعبؓ کو اس مجلس کا رئیس مقرر کیا۔ آپ یعنی حضرت ابی قرآن کے الفاظ بولتے جاتے اور حضرت زیدؓ لکھتے جاتے تھے۔ آج قرآن مجید کے جس قدر نسخے موجود ہیں وہ حضرت ابی بن کعبؓ کی قراءت کے مطابق ہیں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 143 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

عُثْمَانُ بْنُ صَفْرَةَ کہتے ہیں کہ میں نے ابی بن کعبؓ سے کہا کہ آپ لوگوں کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ ہیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم دور دراز سے آپ کے پاس آتے ہیں تاکہ آپ ہمیں کچھ کوئی خبریں اور واقعات سنائیں۔ کوئی باتیں بتائیں اور ہمیں کچھ سکھائیں مگر جب ہم آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ لوگ ہماری بات کو معمولی گردانتے ہیں گویا کہ ہماری آپ کے نزدیک کوئی وقعت ہی نہیں ہے، کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس پر ابی بن کعبؓ نے کہا کہ اللہ کی قسم! اگر میں اگلے جمعے تک زندہ رہا تو اس دن ایک ایسی بات بتاؤں گا کہ پھر مجھے پروا نہیں کہ خواہ تم مجھے اس کی وجہ سے زندہ رہنے دو یا قتل کر دو۔ جب جمعہ آیا تو کہتے ہیں کہ میں مدینے گیا اور کیا دیکھتا ہوں کہ لوگ گلیوں میں موج در موج چل رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے؟ ایک شخص نے کہا کہ کیا تم اس شہر سے نہیں ہو؟ میں نے کہا نہیں۔ اس نے کہا کہ آج مسلمانوں کے سردار ابی بن کعبؓ فوت ہو گئے ہیں۔ اس پر یہ کہنے لگا کہ میں نے پھر کہا کہ واللہ! میں نے کبھی ایسا دن نہیں دیکھا جس میں اس طرح کسی شخص کی ستاری ہوئی ہو۔

(طبقات الکبری لابن سعد جلد 3 صفحہ 380 مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت 201)

جیسے اس شخص یعنی ابی بن کعبؓ کی ستاری ہوئی ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ میں ایسی بات بتاؤں گا کہ پتہ نہیں تم میرے ساتھ کیا کرو اس سے لگتا تو شاید یہی ہے، راوی کی یہی مراد لگتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابیؓ کو اس بات کے اظہار سے بچالیا جس کو وہ دلی خوشی سے بیان نہیں کرنا چاہتے تھے۔ باقی اللہ بہتر جانتا ہے کہ اس فقرے سے کیا مراد ہے۔ بہر حال اس نے ان کی وفات کا سن کر یہ فقرہ بولا کہ میں نے کبھی ایسا دن نہیں دیکھا جس میں اس طرح کسی شخص کی ستاری ہوئی ہو جیسے اس شخص یعنی ابی بن کعبؓ کی ستاری ہوئی ہے۔

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ میں آٹھ راتوں میں قرآن کریم کا دور مکمل کر لیتا ہوں۔

(طبقات الكبرى لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۷۹ مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۷)

حضرت اُبیؓ کی محبتِ رسول کا یہ عالم تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبویؐ کے ستونوں میں سے کھجور کے ایک تنے کے ساتھ کھڑے ہو کر خطبہ دیا کرتے تھے۔ پھر جب آپ کے لیے منبر بنایا گیا اور آپ جمعے کے دن اس پر بیٹھ کر خطبہ دینے لگے تو اس ستون میں سے چلانے کی آواز آئی جسے تمام اہل مسجد نے سنا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس ستون کے پاس آئے اور اس پر اپنا ہاتھ رکھا۔ پھر اسے اپنے سینے سے لگایا تو وہ تناسل معصوم بچہ کی طرح رونے لگا جسے چپ کرایا جاتا ہے یہاں تک کہ اسے فرار آ گیا اور آواز آنا بند ہو گئی۔ پھر جب مسجد گرائی گئی اور اس میں تبدیلی کر دی گئی تو حضرت اُبی بن کعبؓ نے وہ تنالے لیا۔ وہ ان کے پاس تھا صرف اس وجہ سے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑے ہوتے تھے تو وہ تنالے لیا۔ اس کو اپنے گھر لے گئے یہاں تک کہ بوسیدہ ہو گیا۔ دیبک نے اس کو کھالیا۔ ریزہ ریزہ ہو گیا۔ لیکن انہوں نے اس کو اس محبت کی وجہ سے اپنے پاس رکھا۔ یہ مسند احمد بن حنبل کی روایت ہے اور کچھ حصہ اس میں صحیح بخاری کا بھی ہے۔

(مسند احمد بن حنبل مسند المکثرین من الصحابة، مسند جابر بن عبد اللہ، حدیث نمبر ۱۷۰۷۵)

(صحیح بخاری کتاب البیوع باب النجار حدیث نمبر ۲۰۹۵)

(سنن ابن ماجہ کتاب اقامۃ الصلوٰۃ و السنۃ فیہا باب ما جاء فی بدء شأن النبیر حدیث ۱۷۱۴)

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 158 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب میں چھ قاضی تھے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت اُبی بن کعبؓ۔

(اسد الغابہ جلد ۱ صفحہ ۱۷۰ مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۷)

سہرہ بن جندبؓ بڑے رتبے کے صحابی تھے۔ وہ نماز میں تکبیر کہنے اور سورت پڑھنے کے بعد ذرا توقف کیا کرتے تھے۔ اللہ اکبر کہہ کے کچھ دیر خاموش رہتے تھے پھر سورہ فاتحہ پڑھتے تھے۔ لوگوں نے ان پر اعتراض کیا۔ انہوں نے حضرت اُبیؓ کی خدمت میں لکھ کر بھیجا کہ اس کے متعلق تحریر فرمائیے کہ حقیقت کیا ہے۔ حضرت اُبیؓ نے نہایت مختصر جواب تحریر کیا اور لکھا کہ آپ کا طریق عمل شریعت کے مطابق ہے۔ یہ جو وقفہ آپ دیتے ہیں اس میں کوئی حرج نہیں۔ یہ شریعت کے مطابق ہے اور جو معترضین ہیں، اعتراض کرنے والے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 154، مکتبہ دارالاشاعت، اردو بازار کراچی)

حضرت سُؤید بن غفَلہ، زید بن صَوَّجان اور سُلَیْمَان بن رَبِیعَہ کے ہمراہ کسی غزوہ میں گئے تھے۔
 مقام عُدَیب میں کوڑا پڑا ہوا تھا۔ عُدَیب بنو تمیم کی ایک وادی ہے اور قادیسیہ اور مُغِیْشَہ کے درمیان
 پانی کی ایک جگہ ہے جو قادیسیہ سے چار میل کے فاصلے پر ہے۔ بہر حال سُؤید نے اسے اٹھا لیا۔ کوڑا
 پڑا تھا۔ ان لوگوں نے کہا کہ اسے پھینک دو، شاید کسی مسلمان کا ہو۔ انہوں نے کہا میں ہرگز نہیں پھینکوں
 گا۔ پڑا رہے گا تو بھیڑیے اس کو کھالیں گے۔ ان کی غذا بن جائے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ میں اسے
 کام میں لاؤں۔ اس سے کچھ دنوں بعد سُؤید حج کے ارادہ سے روانہ ہوئے۔ راستے میں مدینہ پڑتا تھا۔
 حضرت اُبَیؓ کے پاس گئے اور کوڑے والا واقعہ بیان کیا۔ حضرت اُبَیؓ نے کہا کہ اس قسم کا واقعہ مجھ کو
 بھی پیش آچکا ہے۔ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں سو دینار پائے تھے۔ اب چاہے وہ
 کوڑا ہے یا سو دینار ہیں ہر ایک کی اپنے اپنے لحاظ سے ایک ویلو (value) ہے وہ امانت ہی ہے۔ اب
 آگے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ سنیں۔ حضرت اُبَیؓ کہنے لگے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ
 وسلم نے حکم دیا تھا کہ سال بھر تک لوگوں کو خبر کرتے رہو۔ بتاتے رہو۔ اعلان کر دو۔ سال گزرنے
 کے بعد فرمایا روپے کی تعداد کا نشان وغیرہ یاد رکھنا اور ایک سال اور انتظار کرنا۔ اگر کوئی نشان کے
 موافق طلب کرے تو اس کے حوالے کرنا ورنہ وہ تمہارا ہو چکا۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 156 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی) (فرہنگ سیرت صفحہ 197)

یعنی پورے دو سال۔ کوئی بھی چیز ملے تو ایک سال اعلان کرو، ایک سال تک اس کی نشانیاں
 یاد رکھو اور اگر کوئی مطالبہ کرے تو دے دو۔

ایک شخص مسجد میں کسی گمشدہ چیز پر شور کر رہا تھا، اعلان کر رہا تھا میری فلاں چیز گم گئی ہے۔ حضرت
 اُبَیؓ نے دیکھا تو غصے ہوئے۔ اس نے کہا کہ میں نے مسجد میں کوئی فحش بات تو نہیں کی۔ انہوں نے کہا
 یہ ٹھیک ہے مگر یہ بات بھی مسجد کے ادب کے خلاف ہے کہ یہاں کسی دنیاوی چیز کا اعلان کیا جائے۔

(ماخوذ از سیر الصحابہ جلد 3 صفحہ 157 مکتبہ دارالاشاعت اردو بازار کراچی)

حضرت اُبَیؓ کی وفات کے سال میں مختلف روایات ملتی ہیں۔ ایک روایت کے مطابق حضرت
 اُبَیؓ کی وفات حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں بائیس ہجری میں ہوئی جبکہ ایک دوسری روایت کے
 مطابق حضرت عثمانؓ کے دورِ خلافت میں تیس ہجری میں ہوئی اور یہی زیادہ درست قول ہے کیونکہ

حضرت عثمانؓ نے حضرت اُبیؓ کے ذمہ جمع قرآن کا کام سپرد کیا تھا۔

(طبقات الکبریٰ جلد ۳ صفحہ ۳۸۱ مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۷) (الاصابہ جلد ۱ صفحہ ۳۶، ۳۵ مکتبہ دارالفکر بیروت ۲۰۰۱)

حضرت اُبیؓ کی اولاد میں طفیل اور محمد تھے اور ان بچوں کی والدہ کا نام ام طفیل بنت طفیل تھا۔ وہ

قبیلہ دوس سے تعلق رکھتی تھیں۔ حضرت اُبیؓ کی ایک بیٹی کا نام ام عمرو بیان ہوا ہے۔

(طبقات الکبریٰ لابن سعد جلد ۳ صفحہ ۳۷۸ مکتبہ دارالکتب العلمیۃ بیروت ۲۰۱۷)

یہاں ان کے یہ واقعات ختم ہوئے۔

(الفضل انٹرنیشنل 10 تا 3 / نومبر 2020ء صفحہ 5 تا 10)